© rasailojaraid.com

التفسیر المظہری کا ناقدانہ جائزہ

ابو محفوظ الکریم معصومی

ہندوستان نے تفسیر قرآن کے سلسلہ میں جو عظیم خدمت انجام دی ہے اس کی اہمیت صرف مقامی دائرہ تک محدود نہیں بلکہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ کچھ ایسی تفسیریں یہاں لکھی گئی ہیں جو بلاد عربیہ کے مفسرین کی عظیم خدمات کے پہلو بہ پہلو پیش کی جاسکتی ہیں۔ ہندی مفسرین اور ان کی عربی تفسیروں کا ایک حد تک تاریخی جائزہ ڈاکٹر محمد سالم قدوائی کے تحقیقی مقالہ میں ملتا ہے جو سرسری طور پر علوم القرآن کی نشر و اشاعت اور ہندی ظروف و احوال میں ان کے نشو و نما اور ترقی کا خاکہ پیش کرتا ہے اور لائقِ استفادہ ہے۔ میں یہاں طولانی تمہید کے بغیر صرف طبقۂ متاخرین کی ایک شخصیت کے عظیم تفسیری کارنامہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ پورے تفسیری ادبیات میں اہل ہند کا جو مخصوص حصہ ہے اسی کے پیشِ نظر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی التفسیر المظہری اپنی جامعیت و مجموعی انفرادیت کے لحاظ سے مستحقِ مطالعۂ خصوصی ہے:

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ (م رجب ۱۲۲۵ھ)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ نسلاً عثمانی ہیں اور بارہ واسطوں سے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ جلال الدین عثمانی پانی پتی سے ملتا ہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں تکمیل علوم رسمیہ فرمائی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی [illegible] حدیث و تفسیر کے اعلیٰ مدارج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طے فرمائے۔ شیخ عابد سنامی اور ان کے بعد حضرت شیخ جان جاناں دہلوی کے حلقۂ ارادت میں مراتب عالیہ کی سیر کی۔ ان کی علمی بصیرت وحذاقت کا عنوان تاباں شیخ جان جاناں نے علم الہدیٰ کے لقب کو قرار دیا جبکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے جو قاضی صاحب کے صغار معاصرین میں ہیں ان کے مراتب عالیہ علمیہ کا ترجمان (بیہقی وقت) کے خطاب کو قرار دیا۔ شیخ غلام علی دہلوی نے مقامات میں ان کی جلالت شان بیان کرتے ہوئے تصریح کی ہے کہ صفائے ذہن، جودت طبع، قوت فکر و سلامتی نظر میں ممتاز ہونے کے ساتھ، فقہ و اصول میں مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے۔ مذاہب اربعہ کا تقابلی مطالعہ فرما کر قوی ترین مذہب کی نشان دہی میں آپ نے ایک مستقل رسالہ الأخذ بالا قوی مرتب فرمایا۔

اکابر مشائخ نے قاضی صاحب کے فضل و کمال کا اعتراف جن الفاظ میں فرمایا ہے ان کا خلاصہ شیخ محسن ترہتی کے رسالہ الیانع الجنی میں بایں الفاظ ثبت ہے۔

انہ کان فقیھا اصولیا زاھدا مجتھدا	وہ فقہ و اصول میں ماہر اور زہد و اجتہاد
لہ اختیارات فی المذاھب ومصنفات	کے پیکر تھے فقہی مذاہب میں خود مسلک
عظیمۃ فی الفقہ والتفسیر والزھد	ترجیح واختیار پر گامزن اور فقہ، تفسیر و
وکان شیخہ یفتخر بہ۔	تصوف میں عظیم تصانیف کے مالک تھے۔
	ان کے شیخ کو ان پر فخر تھا۔"

وہ شیخ جن کو حضرت قاضی پانی پتی پر فخر تھا، حضرت شمس الدین جان جاناں جیسے قدوۃ المشائخ ہیں جیسا کہ علامہ ترہتی نے صراحت کی ہے۔ السیف المسلول فی الرد علی الشیعہ، رسالۃ فی العشر والخراج، حقیقۃ الاسلام، مالابد منہ وغیرہ کو حضرت قاضی علیہ الرحمہ کے رسائل و تالیفات میں خاص اہمیت و شہرت حاصل ہے۔ لیکن التفسیر المظہری آپ کی ضخیم ترین کتاب اور قرآن حکیم کی مکمل و جامع محاسن تفسیر ہے۔ جس کی اشاعت ندوۃ المصنفین کی جانب سے ہو چکی ہے۔

سہو و فروگذاشتیں طبع بشر کا خاصہ ہیں اور خصوصاً تفسیری روایات کی حیثیت شروع سے ائمہ ناقدین کی نگاہ میں تنقیح طلب رہی ہے اور سخت ترین اصول تفسیر نویسی پر کامیابی کے ساتھ شروع سے اخیر تک اشہب قلم کا چلتے رہنا 'کارے دارد' کا مصداق ہے۔ مواخذہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ناقدونظر سے امام جلیل محمد بن جریر الطبری تک کی تفسیر نیز سکی امام فخرالدین رازی کے عظیم کارنامہ پر تبصرہ کرنے والوں نے یہاں تک کہدیا کہ "فیہ کل شیٔ الا التفسیر" لیکن انصاف شرط ہے کہ بیشتر محاسن وکمالات علمیہ کی دھجیاں معمولی فروگذاشتوں کی بنیاد پر نہ اڑائی جائیں۔ اور نقطہ ہائے نظر کے اختلاف کے باوجود لائق ستائش اجزاء نظرانداز نہ کیے جائیں بلکہ کوئی ندرت و خصوصیت پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے تو اس کا برملا اعتراف کیا جائے۔

اپنی تفسیر کی بابت خود حضرت قاضی علیہ الرحمہ کا بیان ان کے ایک خط میں ملتا ہے جو اپنے پیر بھائی مولانا نعیم اللہ بہرائچی کو آپ نے لکھا تھا متعلقہ الفاظ حسب ذیل ہیں:

"تفسیر مظہری بفضلہ تعالیٰ کسوت اختتام پوشید بفضل الٰہی در ضمن تفسیر قرآن متکفل بہ بیان مذاہب فقہاء وادلۂ شان در ضمن مسائل فقہ، و مسائل کلام ومسائل تصوف وسیر و مغازی سید الانام واختلاف قراءة کافی وشافی آمدہ"۔

میرے خیال میں حضرت قاضی صاحب جیسے پیکر علم واتقاء سے باوجود تواضع وسادگی اس سے زیادہ کی توقع نہیں ہوسکتی اور آپ نے سادہ لفظوں اور متواضع جملوں میں جن پہلوؤں کی طرف اشارہ کردیا ہے ان میں سے ایک تصوف کو اگر علیحدہ کردیجئے تو بھی ساری باتیں کم وبیش مفسرین کے مسلمہ طور پر واضح اسلوب تفسیر نگاری ابن جریر طبری کی تفسیر جامع البیان سے لے کر عہد حاضر تک کے اہلِ قلم مفسرین کی تفسیر نویسی کے بنیادی اجزائے ترکیبی کی حیثیت سے بطور قدر مشترک سب میں نظر آئیں گی۔ ایسی شکل میں تفسیر مظہری کی خصوصیات بیان کرنے کے لیے جزئیات کا احاطہ کرنا ضروری ہے اور اس کے لیے دراصل صرف تفسیر مظہری کو موضوع مطالعہ بنائے بغیر چارۂ کار نہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم فی الوقت طول وعرض کی وسعتوں اور گہرائیوں کا جائزہ لے کر کوئی نتیجہ پیش کرنے سے قاصر ہیں اور صرف اشاروں پر اکتفا کرنے کے لیے مجبور۔ خوش قسمتی سے زمرۂ ہندی مفسرین میں سے ایک یگانہ مفسر کی رائے ہاتھ آگئی ہے جسے ہم یہاں پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ میری مراد نواب سید صدیق حسن خاں علیہ الرحمہ سے ہے۔ اکسیر فی اصول التفسیر میں نواب والا جاہ نے جو کچھ ارقام فرمایا ہے وہ یہاں تماماً وکمالاً درج کیا جاتا ہے:

"مظہری: تفسیر عربی است، در چہار مجلد کلاں، بر لسان فقہ وتصوف و در قراءت و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اعراب ہم کلام کردہ۔ ماخوذ از بغوی و بیضاوی است۔ تالیف قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ است۔ وجہ تسمیۂ او باین اسم آنست کہ شیخ وے میرزا جانِ جاناں مظہر تخلص داشت۔ این تفسیر بر نام وے تالیف کردہ معارف وحقائق او رامع معارف ومقامات شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی بیان فرمودہ۔ فقیر او را بنظر اجمالی دیدہ دریافت کہ وجوہ تفسیر کمتر دارد ومباحث خارج ازین فن بسیار قابل تنقیح وتلخیص است وجائے کہ لیسخ: و مقالۂ متفرد از دائرہ تحقیق بدر رفتہ، مذاق صوفیہ غالب دارد و مہارت در علم تفسیر خیلی قلیل واللہ اعلم

حضرت نواب صاحب مرحوم نے مظہری کا مطالعہ بقول خود تفصیل واستیعاب سے نہیں، بلکہ سرسری طور پر کیا لیکن انھوں نے جو رائے پیش کی ہے اس کا لہجہ بتاتا ہے کہ بڑے گہرے احتساب کی نظر سے مطالعہ کیا ہوگا۔ بہر حال وہ اپنی رائے بڑے وثوق کے ساتھ بدفعات ذیل پیش فرماتے ہیں۔

۱۔ وجوہ تفسیر کی مقدار کم ہے
۲۔ فن سے خارج مباحث کی کثرت ہے لہٰذا تنقیح وتلخیص کی ضرورت ہے۔
۳۔ تفردات میں مصنف مظہری دائرہ تحقیق سے باہر نکل گئے ہیں۔
۴۔ علم تفسیر میں مہارت کی کمی ہے۔
۵۔ مذاق تصوف کا ان پر غلبہ ہے۔
۶۔ یہ کتاب بغوی و بیضاوی سے ماخوذ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک طرف نواب صاحب مرحوم کی جلالتِ شان اور ان کے عظیم کارناموں سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں دوسری طرف حضرت قاضی ثناء اللہ کے بحر مواج میں ہم جیسے کم سواد کیا شناوری کریں گے پر اتنا ہمارے لیے بہت کافی ہے کہ شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ نے جس کو "بیہقی الوقت" کہا اور مرزا مظہر جانِ جاناں جیسے یگانہ جامع الصفات صوفی و درویش ہی نہیں علوم دین و شریعت کے نبض شناس نے "علم الہدیٰ" کا لقب دیا ہو ایسے لطیف ۔۔۔ الالقاب ۔۔۔ السنۃ کی بابت دفعہ ایک سے لے کر چار تک کی باتیں حیرت زدہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اگر تفسیر مظہری آج طبع ہو کر ہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسے کم سوادوں کے ہاتھوں میں نہ آگئی ہوتی تو بات دوسری تھی۔ نواب صاحب مرحوم کی تحریر موثر ہو سکتی تھی۔ لیکن یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ نواب علیہ الرحمہ کی اجمالی نگاہ کو بھی ایک بے بضاعت کی عمر بھر کی دقتِ نظری پہنچ نہیں سکتی۔ ان کی رائے عالی کے مذکورہ بالا دفعات سے اتفاق کرنا دشوار ہی نہیں محال نظر آتا ہے۔ دفعات چہارگانہ کو مؤخر کر کے ہم آخری دونوں دفعوں کی بابت بالفاظ مختصر اپنی گذارشات آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔

۱۔ نواب صاحب مرحوم کا ارشاد ہے۔ "ماخوز از بغوی و بیضاوی ست"۔ میرے نزدیک یہ الفاظ تنقیص کے لیے نہیں ہیں۔ اگر غور کیجئے تو علوم نقلیہ ہی نہیں عقلیات میں بھی چراغ سے چراغ روشن کرنے کا عمل بہ تسلسل نظر آئے گا اور علوم دینیہ میں تو علی الخصوص اس کی اشد ضرورت ہے کسی زمانہ میں اس فقیر نے تفسیر طبری کی اہمیت پر اپنے خاص مطالعہ کے نتیجے میں اس کے مآخذ کی بھی نشاہی ند کی تھی۔ اخذ و اقتباس سے جو سلیقہ مندی کے ساتھ ہو اور بامقصد ہو کسی بڑے سے بڑے مصنف کی جلالت شان میں فرق نہیں پڑتا۔ امہات مصادر و مآخذ دینیہ کا جائزہ لیجئے تو واضح ہوگا کہ کوئی عظیم مصنف و مؤلف اپنی مستند تالیفات کو اخذ و اقتباس سے الگ نہیں رکھتا اور نہ وہ متقدمین سے اپنی بے نیازی کا دعویٰ کر سکتا ہے بلکہ یہی بے نیازی اس کی اور اس کی کتاب کی اہمیت و قدر و قیمت کو فی الواقع گھٹانے کا سبب بنتی ہے اور تو اور خود نواب صاحب علیہ الرحمہ کی دیگر بے شمار تصانیف ممتعہ کو جانے دیجئے ان کی تفسیر فتح البیان جو اس ناقص العلم کی نگاہ ہندوستان کی تفسیری خدمتوں میں ایک وقیع ترین خدمت اپنی جگہ پہ ہے، کیا اسی کے مآخذ نظروں سے اوجھل ہیں! دیکھنے کی بات یہ ہے کہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے قاضی بیضاوی یا البغوی کے فرمودات کو آنکھیں بند کر کے نقل فرما دیا ہے یا ان کی ایک ایک بات کی جانچ اور پرکھ بھی کی ہے کہ کندن کے ساتھ ریت اور دھول کے چمکتے ذرے بھی سمیٹ لیے ہوں۔ ایک آدھ مثال ذیل میں پیش کی جائے گی انشاء اللہ کہ کچھ تو حال قاضی علیہ الرحمہ کے طریق اخذ و اقتباس کا کھلے۔

۲۔ نواب صاحب مرحوم کا یہ فرمانا کہ "مذاق صوفیہ غالب وارد" اس پر تبصرہ کرنا میرے لیے چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ نواب صاحب کے قلم سے یہ جملہ نکلا کیسے؟ آپ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خود شیخ صدرالدین محمد بن اسحاق القونوی (م ۶۷۳ھ) کی تفسیر سورۃ الفاتحہ بنام "اعجاز البیان فی کشف بعض اسرار ام القرآن" کے تعارف میں یہ فرمایا ہے:

"وے کلام خود را بنقل اقاویل اہل تفسیر ممزوج نساختہ و نہ بکلام عاقلین متفکرین جز انچہ حکم لسان من حیث الارتباط واجب می کند، بلکہ اکتفاء بہبات الٰہیہ و واردات صمدیہ نمودہ محرر سطور گوید، ایں واردات اگر مطابق تفاسیر اہل حق است و مصادم مقصود تنزیل و سنت مطہرہ نیست، در خور التفات باشد و اگر از قبیل مکاشفات متصوفہ است، بجوی نمی ارزد[۴۳]۔"

مقصود ہمارا یہ ظاہر کرنا ہے کہ جہاں قونوی کی متصوفانہ تفسیر کے لیے نرم گوشہ آپ کے دل میں پیدا ہو گیا اور اس شرط کے ساتھ کہ "این واردات اگر مطابق تفاسیر اہل حق است و مصادم مقصود تنزیل و سنت مطہرہ نیست"۔ ان واردات کو آپ نے "در خور التفات" قرار دیا تو کیا قاضی پانی پتی علیہ الرحمہ کی تفسیر اور مندرجہ واردات اس قابل بھی نہیں کہ مقید بشرط بالا ہی سہی در خور التفات قرار دی جاتی۔ یا پھر بعض امثلہ کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا جاتا کہ مظہری کے مشمولات "مصادم مقصود تنزیل و سنت مطہرہ" ہیں۔ آئندہ اس خاص پہلو کو بھی کسی قدر واضح کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

بقیہ دفعات چہارگانہ بادی النظر میں جس قدر سنگین ہیں، بحمد اللہ تفسیر مظہری کا اکثر و بیشتر مواد ان میں سے ہر الزام کی تردید کے لیے کافی سے زیادہ ہے۔ تفصیل کہاں تک پیش کی جائے ع

سفینہ چاہیئے اس بحرِ بے بیکراں کے لیے

آئندہ جو مختصر باتیں عرض کی جائیں گی وہ ان تمام دفعات کی حقیقت واضح کرنے کے سلسلہ میں نشانِ راہ کا کام دے سکتی ہیں۔ ایک بات بہر حال قابلِ ذکر ہے کہ اکسیر فی اصول التفسیر میں نواب علیہ الرحمہ نے جو حملہ جو مکھا کر دیا ہے اس کے برخلاف تفسیر فتح البیان کے مقدمہ میں قاضی صاحب مرحوم پر ان کا دھاوا 'یک رخا' بن کر رہ گیا ہے۔ تفسیر نگاری میں بعض علوم دینیہ کے خصوصی ماہرین کی نگارش پر جو مخصوص مہارت کی چھاپ پڑ جاتی ہے اس پر نواب صاحب کی گرفت ایک حد تک بجا نہیں اسی ضمن میں رقمطراز ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والفقیہ یکاد یسرد فیہا الفقہ جمیعا
وربما استطرد الی اقامۃ ادلۃ الفروع
الفقہیۃ التی لا تعلق لہا بالآیۃ
اصلا والجواب عن الادلۃ للمخالفین
کالقرطبی وصاحب المظہری ۴ھ

اور فقیہ جیسے پوری فقہ کا متن (تفسیر میں)
سناتا چلا جاتا ہے اور کسی بادنی مناسبت
فقہی فروع کے دلائل قائم کرنے کے
درپے ہوتا ہے جن کو آیت سے مطلق
نسبت نہیں ہوتی اور دلائل مخالفین کا
جواب دینے لگ جاتا ہے جیسے قرطبی ہیں
اور تفسیر مظہری کے مصنف۔

غنیمت ہے کہ اس موقع پر انہوں نے قاضی صاحب مرحوم کو حقائق التفسیر کے مصنف ابوعبدالرحمٰن السلمی کے ساتھ نتھی نہیں کیا شے۔ اس کا مطلب کیا یہ لیا جائے کہ نواب صاحب کی ناراضگی کا اصلی سبب کچھ اور نہیں وہی فقہی مباحث کی تفصیلات ہیں جو ان کے تفسیر آن پڑی ہیں۔ اگر یہی بات ہے تو عرض کر چکا ہوں کہ متقدمین کی تفسیروں میں بھی فقہیات کا حصہ کمتر نہیں اور جامع البیان للطبری میں تو مستقل ذخائر نحوی مباحث کے علاوہ فقہیات، کلامیات اور بصرہ و کوفہ کی نحوی کشاکش کی تفصیلات کے ملتے ہیں اور خود نواب صاحب کی تفسیر کا جائزہ اگر انہی کے مقررہ معیار نقد و نظر کو سامنے رکھ کر لیجئے تو دوسروں کو جو کچھ وہ کہہ گذرے ہیں ان سے خود ان کی تفسیر مبرا نہیں نکلے گی۔

بہرحال قاضی علیہ الرحمۃ کی مفسرانہ روش اور امتیازات کو سمجھنے کے سلسلے میں تفسیری مباحث کے نمونوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے لہٰذا بعض مثالیں جزوی نکات کی توضیح کے ساتھ درج کی جاتی ہیں:

(۱) سورۃ البقرہ کی آیت رقم (۷۴) وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ کی تفسیر میں مصنف نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ پتھر بجنس جماد ہے خشیت سے اس کا تعلق ہی کیا ہے؟ جواباً فرماتے ہیں: قال البیضاوی الخشیۃ مجاز عن انقیادھا للاوامر التکوینیۃ یعنی خشیہ یہاں حقیقی معنی میں نہیں بلکہ بطور مجاز اوامر تکوینیہ کا تابع ہونے کے معنی میں ہے جس سے جماد یا پتھر بھی مستثنیٰ نہیں۔ یہ جواب قاضی بیضاوی کا نقل ضرور کیا گیا ہے لیکن خود ہمارے قاضی ہندی علیہ الرحمۃ کی نگاہ میں [illegible] اس سے اتفاق نہیں چہ جائیکہ اطمینان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو۔ وہ بر موقع موثر اور مدلل لفظوں میں بیضاوی سے اپنا اختلاف ظاہر کرتے ہیں اور یہیں ان کی رسائی فکر و نظر یا کم از کم اس خاص مکتب فکر کی انفرادیت جس کے وہ پروردہ تھے کھل کر سامنے آتی ہے دیکھیے کس قدر اعتماد کے لہجہ میں فرماتے ہیں :

قلت وھذا لیس بشئ۔ فان الانقیاد للاوامر التکوینیۃ موجود فی قلوب الکفار ایضا قال اللہ تعالیٰ: ختم اللہ علی قلوبھم، فھم انقادوا للختم۔ قال: وللہ یسجد من فی السموات والارض طوعا وکرھا۔ وعن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قلوب بنی آدم کلھا بین اصبعین من اصابع الرحمٰن کقلب واحد یصرفھا کیف یشاء ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک رواہ مسلم و التحقیق ما قال البغوی۔ ان مذھب اھل السنۃ والجماعۃ ان للہ تعالیٰ علما فی الجمادات وسائر الحیوانات سوی العقلاء لا یقف علیہ غیرہ فلھا صلوٰۃ وتسبیح وخشیۃ قال اللہ تعالیٰ۔ وان من شئ الا یسبح بحمدہ الخ[6]

میں کہتا ہوں یہ کوئی بات نہ ہوئی۔ اس لیے کہ اوامر تکوینیہ کے تابع تو کفار تک کے قلوب ہیں۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں (مہر لگا دی اللہ نے ان کے قلوب پر) تو ان کے دلوں پر مہر لگی اور وہ اس بارہ میں تابع بن کر رہے نیز فرماتے ہیں (اور اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہیں سب آسمان و زمین والے خوشی و ناخوشی کے ساتھ) اور عبد اللہ بن عمرو رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں: بنی آدم کے قلوب سب کے سب اللہ کی دو انگشتوں کے بیچ ایک قلب کی طرح ہیں۔ وہ جیسے چاہتے ہیں ان کو گردش دیتے ہیں۔ پھر آنحضرت نے فرمایا اے اللہ دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی طاعت کی طرف پھیر دے (مسلم کی روایت ہے) اور تحقیق بغوی کا قول ہے کہ اہل سنت والجماعۃ کے مذہب میں اللہ کا علم ذوی العقول کے سوا جمادات و حیوانات کو بھی حاصل ہے۔ مگر اس پر سوائے باری تعالیٰ کے غیر دل کو راست اطلاع نہیں۔ پس ان کے لیے بھی صلوٰۃ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تسبیح اور خشیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
(اور کوئی شے نہیں، مگر وہ پروردگار کی
تسبیح وحمد میں مصروف ہے)

بر موقع پوری عبارت المظہری کی پڑھ دیکھیے اور اس کا مقابلہ بیضاوی کے الفاظ سے کیجیے جہاں یہ فقرہ ملتا ہے: ومنہا ما یتردی من اعلی الجبل انقیادا لما اراد اللہ بہ۔ والخشیۃ مجاز عن الانقیاد[7] الخ۔ ماخذ اس کا بہرحال زمخشری کی الکشاف ہے[8] اور مدارک التنزیل میں بھی آیت شریفہ کی تفسیر میں اولیت انہی الفاظ کو حاصل ہے: قیل ھو مجاز عن انقیادھا لامر اللہ اس کا ماخذ بھی راست الکشاف ہے۔ صاحب مدارک دوسرے درجہ میں اس قول کو نقل کرتے ہیں جسے صاحب المظہری نے ترجیح دی ہے[9]۔ آیت کی تفسیر میں خود شوکانی کا بیان ہر دو وجوہ تفسیر پر مشتمل ہے اور اگرچہ انہوں نے "مجاز عن الخشوع" کو درجۂ ثانوی دیا ہے لیکن اول کی ترجیح ثانی پر ان کے قلم سے بھی واضح نہیں ہوتی[10]۔ نواب صاحب کی تفسیر فتح البیان کا ظاہر ہے کہ اس سے الگ حال نہیں جو دراصل شوکانی سے لفظاً بہ لفظ ماخوذ ہے قلیل ترین حذف اختصار اور (واختارہ ابن عطیہ) کے تنہا اضافی فقرہ کے ساتھ۔ البتہ حافظ ابن کثیر کی بات اور ہے۔ قاضی پانی پتی نے جو نکتہ اساسی اس ترجیح کے ضمن میں واضح کیا ہے ابن کثیر کی نگاہِ متجسس اسے آشکارا کرنا ہی چاہتی تھی۔ انہوں نے بیشتر مفسرین یا ماخذوں کی نشاندہی کے ساتھ یوں ارشاد فرمایا ہے: وقد زعم بعضھم ان ھذا من باب المجاز وھو اسناد الخشوع الی الحجارۃ کما اسندت الارادۃ الی الجدار فی قولہ (یرید ان ینقض فاقامہ) قال الرازی والقرطبی وغیرھما من الائمۃ ولا حاجۃ الی ھذا۔ فان اللہ تعالیٰ یخلق فیھا ھذہ الصفۃ[12] الخ۔

گویا اصل اس تردید کی قرطبی و رازی کی تفسیروں میں موجود ہے مگر وہ زور بیان اور اعتماد کا لہجہ جو قاضی پانی پتی کی تفسیر میں بر موقع نظر آتا ہے شاید رازی کی تفسیر میں بھی نہیں[13]۔ شارح بیضاوی علامہ شیخ زادہ (م ۹۵۱ھ) نے معنی حقیقی کے عوض بیضاوی کی تبعیت میں معنی مجازی ہی کی بنا استوار رکھنے کی سعی فرمائی ہے[14] اس طول کلام کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ کم از کم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان مصادر کا مطالعہ کر کے قاضی پانی پتیؒ کی بر موقع تفسیر دیکھیں تو نمایاں طور پر معلوم ہو گا کہ باعتبار وسعت معلومات، و تبحر و عمق فکر و بصیرت جس قول کو وہ ترجیح دیتے ہیں اس کے لیے دلائل و قوتِ بیان اور صراحت زبان کے سرمایہ کی کمی ان کے خزانہ میں نہیں ہے۔ غرض یہاں قاضی بیضاوی کی تردید اور بغوی کی تائید میں ان کے زور بیان کا سکہ بالکل کھرا ہے اور اس کے دونوں رخ دلآویز و درخشاں ہیں۔

(۷) اب ایک ایسی مثال پیش کی جاتی ہے جس سے خود بغوی سے ان کے اختلاف کی شان نمایاں ہو گی اور پتہ چلے گا کہ اخذ و اقتباس جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اس میں بھی حضرت قاضی علیہ الرحمہ اپنی عمیق بصیرت کا بھرپور استعمال کہاں تک کرتے ہیں:

آیت شریفہ (البقرہ: ۱۸۷) وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ کی تفسیر میں مختلف اقاویل کے ساتھ بغوی کا قول نقل کرتے ہوئے صاف لفظوں میں حسب ذیل تبصرہ کرتے ہیں۔

قال البغوی قال معاذ بن جبل ابتغوا ما کتب اللہ لکم۔ یعنی لیلۃ القدر۔ قلت وھذا بعید من السیاق۔[۵] فتح القدیر شوکانی میں یہی تفسیر بحوالہ ابن جریرؒ ابن المنذر و ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس سے اور بحوالہ تاریخ البخاری حضرت انسؓ سے مروی ہے لیکن مفسر نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔[۶] البتہ اس سے پہلے بقدر یک صفحہ فاصلہ پر سیاق سے بظاہر قریب تر[۷] اقوال نقل کرنے کے ساتھ یہ جملہ بھی لکھا ہے "وقیل غیر ذلک مما لا یفیدہ النظم القرآنی۔ غالباً اس سے اشارہ اسی روایت کی طرف ہے جسے بغوی نے معاذ بن جبل سے نقل کیا ہے واللہ اعلم۔ نواب علیہ الرحمہ نے فتح البیان میں شوکانی کے الفاظ ایک جگہ سے نقل کرتے ہوئے دوسری جگہ سے روایت کے الفاظ بھی نقل کر دیئے ہیں اور آخر میں شوکانی کا پورا فقرہ یوں جوڑ دیا ہے"۔۔۔۔ وقیل ابتغوا لیلۃ القدر، وقیل غیر ذلک مما لا یفیدہ النظم القرآنی"۔ اس طرح "لیلۃ القدر" کی اثری و روایتی حیثیت جو شوکانی کی تفسیر میں بصراحت نظر آتی ہے وہ نواب مرحوم کے یہاں ختم ہو گئی اور لیلۃ القدر کا اثر جس پر شوکانی خاموش ہیں از قبیل دیگر اقوال نقل ہو کر رہ گیا ہے۔ ان الفاظ سے نظم قرآنی یا سیاق کی ہم آہنگی کے مسئلہ کی طرف توجہ سرے سے نہیں دی گئی۔ صاحب المظہری اس بارہ میں بلحاظ قوت نقد و نظر ممتاز نظر آتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس اثر کی نشان دہی ابن کثیر نے بھی کی ہے لیکن خاموشی برتی ہے۔[۱۸]

(۴) آیت کریمہ (البقرہ: ۱۸۶) وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ کی شان نزول کے تحت کئی روایتیں ملتی ہیں ان میں سے ایک بحوالہ ”بغوی“ قاضی صاحب نے نقل کی ہے مگر اس کے ساتھ گہری اور صریح تنقید بھی فرمائی ہے، اصل الفاظ ملاحظہ کیجیے:

قال البغوی: روی الکلبی عن ابی	بغوی کا قول ہے کلبی نے ابی صالح سے اور
صالح عن ابن عباس قال قال یہود	اس نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ
المدینۃ یا محمد کیف یسمع ربنا دعاءنا	مدینہ کے یہودیوں نے کہا تھا اے محمد
وانت تزعم ان بیننا وبین السماء	ہمارا پروردگار کیسے ہماری دعا سن پاتا ہے
مسیرۃ خمسمأیۃ عام وان غلظ	جبکہ تم کہتے ہو، ہمارے اور آسمان کے
کل سماء مثل ذلک فنزلت ھذہ	درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور مزید
الاٰیۃ۔ قلت والظاھر ان تشریف	یہ کہ ہر آسمان کا حجم اسی قدر ہے تب یہ
السائل بالاضافۃ الی نفسہ فی قولہ	آیت نازل ہوئی۔ میں کہتا ہوں: کہ سائل
تعالیٰ (واذا سالک عبادی) یابی ان	کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت دے کر
یکون السائل یہودیا متعنتا فی السوال	جو شرف اپنے الفاظ (واذا سالک عبادی)
واللہ اعلم[۱۹]	میں بخشا ہے وہ کسی سرکش یہودی کے
	سائل ہونے کی تردید کرتا ہے۔“

ایسی برمحل اور مبصرانہ تنقید کا کہیں اور آپ کو نشان نہیں ملنے کا۔

نواب علیہ الرحمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے منسوب اس قول یہود کو نقل ضرور کیا ہے لیکن اس پر تبصرہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ لطف یہ کہ متعدد اقوال میں سے کسی کو کسی پر ترجیح دینے کی صورت پر بھی وہ غور نہیں فرماتے۔ جبکہ شوکانی کی فتح القدیر میں اس قول کا سرے سے ذکر نہیں ہے۔

اسی آیت شریفہ میں (فانی قریب) کے معنی مفسرین نے جو بیان کیے ہیں کہ اس سے مراد قربت علمی ہے کہ باری تعالیٰ سے کوئی شے پوشیدہ نہیں اسے بیضاوی تمثیل قرار دیتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ افعال عباد اور ان کے اقوال و احوال کا جو کامل علم اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اسی کی توضیح قرب مکانی رکھنے والی شے کے حال سے تمثیل کے پیرایہ میں کی گئی ہے۔ اس افادہ پر ہمارے قاضی ہندی علیہ الرحمہ قطعاً مطمئن نہیں ہوتے اور بجا طور پر فرماتے ہیں۔

قلت وھذا التاویل منھم مبنی علی ان القرب عندھم منحصر فی القرب المکانی واللہ تعالیٰ منزہ عن المکان ومماثلۃ المکانیات والحق انہ سبحانہ قریب من الممکنات قرباً لایدرک بالعقل بل بالوحی او الفراسۃ الصحیحۃ ولیس من جنس القرب المکانی ولایتصور شرحہ بالتمثیل اذ لیس کمثلہ شئ واقرب التمثیلات ان یقال قربہ الی الممکنات کقرب الشعلۃ الجوالۃ بالدائرۃ الموھومۃ فان الشعلۃ لیست داخلۃ فی الدائرۃ للبون البعید بین الموجود الحقیقی والموجود فی الوھم ولیست خارجۃ عنھا ولا عینھا ولا غیرھا وھو اقرب الی الدائرۃ من نفسھا حیث ارتسمت الدائرۃ بھا ولا وجود لھا فی الخارج بل فی الوھم بوجود تلک النقطۃ فی الخارج واللہ اعلم[21]

مفسرین کی اس تاویل کا مبنی یہ ہے کہ ان کے نزدیک قرب سے صرف قرب مکانی مراد ہے مگر اللہ تعالیٰ کی ذات 'مکان' سے منزہ ہے۔ اور مکانیات کی مماثلت سے بھی منزہ ہے تب حق یہ ہے کہ باری تعالیٰ سبحانہ ممکنات سے قریب ایسے قرب کے ذریعہ ہیں جس کا ادراک عقل سے نہیں بلکہ وحی اور فراست صحیحہ سے ہوتا ہے یہ قرب از قبیل قرب مکانی نہیں ہے اور بذریعہ تمثیل اس کا بیان متصور نہیں ہوسکتا اس لیے کہ وہ (لیس کمثلہ شئی) ہے تب قریب ترین تمثیل اس طرح کہنا ہے کہ ممکنات سے اس کا قرب مانند شعلہ جوالہ کے قرب کے ہے جو اس شعلہ کو موہوم دائرہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر یہ شعلہ جوالہ داخل دائرہ نہیں اس لیے کہ موجود حقیقی اور موجود فی الوہم کے درمیان بڑا لمبا فاصلہ ہے ویسے یہ شعلہ دائرہ سے خارج بھی نہیں۔ وہ نہ تو عین دائرہ ہے نہ غیر دائرہ اور وہ دائرہ سے قریب تر بھی ہے بہ مقابلہ اپنی ذات کے۔ اس لیے کہ دائرہ اس سے مرتسم ہوتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حالانکہ دائرہ کا وجود خارج میں نہیں بلکہ
وہم میں ہے بہ سبب اس نقطہ کے جو خارج
میں وجود رکھتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اس تمثیل سے قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمۃ کی دقت احساس ونظر کا جوہر کھل کر سامنے آتا ہے کہ وہ قاضی بیضاوی کی 'تمثیل' کو من وعن تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس سے پیدا شدہ وہم تک کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں اور چاہتے ہیں کہ باری تعالیٰ کی تنزہ شان کا تقاضہ ملحوظ رکھا جائے اور تمثیل میں قرب مکانی کا شائبہ تک نہ رہ جائے۔ ایسا صرف اسی نہج پر چل کر ہو سکتا تھا جو قاضی ہندیؒ نے اپنی قوتِ فکر سے نکالا اور پھر ایسی تمثیل 'شعلۂ جوالہ' کی اپنے دائرہ موہومہ سے قربت کی پیش کی ہے جس سے ان کے داعیہ تفہیم کی شدت اور کمال احتیاط کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۴) آیت شریفہ وعلم آدم الاسماء (البقرہ: ۳۱) کی تفسیر میں قاضی علیہ الرحمہ نے پوری مستعدی کے ساتھ تمام اقاویل کا احاطہ فرماتے ہوئے کسی ایک قول کی تردید کے بغیر اپنے ذوق ووجدان یا گویا فراست صحیحہ کے نتیجہ میں یہ بات کہہ دی ہے کہ الاسماء سے اسماء الٰہیہ مراد ہیں یہاں اس پوری بحث کا نقل کرنا دشوار ہے لیکن میں نے جہاں تک غور کیا ہے اس تاویل کے سلسلہ میں قاضی علیہ الرحمہ نے تفسیری اصول وضوابط یا آداب مفسرین میں سے کسی کی خلاف ورزی نہیں فرمائی یہاں تک کہ حضرت ابن عباس کا اثر (علمہ اسم کل شیٔ حتی القصعۃ والقصیعۃ) کی بھی مناسب توجہ فرمائی ہے۔ غرض شدت احتیاط کے باوجود جو تاویل شرح وبسط سے پیش فرمائی ہے وہ لائق مطالعہ ہی نہیں بلکہ ان کے تدبر وتفکر کا ثمر شیریں ہے[۲۲] مگر قاضی صاحب کی اس مختار تاویل سے نواب علیہ الرحمہ بہت برہم ہیں فرماتے ہیں:

وقال فی المظہری: وعندی ان اللہ علم آدم الاسماء الالٰہیۃ کلہا ثم رجح ہذا لکلام طویل وھو غیر راجح مع ما فیہ من البعد والتکلف ولم یقل بہ احد من المفسرین ویاباہ ظاہر النظم وسیاقہ[۲۳]۔ قاضی صاحب کا موقف یہ ہے کہ ہر موقع تفسیری اقاویل میں سے کوئی ایک بھی مرفوع نہیں اور ایسی بات بھی نہیں ہے کہ کوئی قول معنی میں مرفوع کے ہو بلکہ یہ سب تاویلات تھیں ورنہ اقوال میں اتنا اختلاف نہ ہوتا البتہ قول ابن عباس کو بھی قاضی صاحب نے تاویلات میں شامل کر دیا ہے بس ایک یہی بات کسی قدر احتیاط کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس لحاظ سے کہ قاضی صاحب کی مجوزہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاویل اور ان اقاویل میں نسبت تنافی نہ مجموعی طور پر ہے نہ الگ الگ اکائیوں کی شکل میں، مذکورہ ایراد بھی ختم ہوجاتا ہے۔ ایسی شکل میں قاضی صاحب کا قول گویا اقاویل سابقہ کا تتمہ یا تکملہ قرار پا سکتا ہے یہ درست ہے کہ مفسرین میں سے کسی نے وہ بات نہیں کہی جو قاضی صاحب نے کہی ہے مگر یہ اعتراض خود قاضی علیہ الرحمہ نے آپ ہی کیا ہے اور اس کا جواب بھی اطمینان بخش دیا ہے۔ اسی طرح نظم و سیاق سے اس کا میل نہ کھانا تو اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ نیز متقدمین کے متعینہ اقوال کے بارہ میں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے اور بظاہر اس کا جو جواب ہوگا وہی قاضی مرحوم کے سلسلہ میں بھی تشفی بخش جواب قرار پائے گا۔ بس اتنی بات ضرور ہے کہ ان کا شمار ہم متقدمین میں نہیں کر سکتے۔ اس مسئلہ میں حافظ ابن کثیر کی نگاہ دور تک گئی ہے اور انھوں نے حضرت انسؓ کی طویل روایت میں سے (وعلمک اسماء کل شیءٍ فاشفع لنا الی ربک[24]) کی روشنی میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ فدل ھذا علی انہ علمہ اسماء جمیع المخلوقات۔[25] مگر اس کے ساتھ بہ قاعدہ الاہم فالاہم اگر اسماء الٰہیہ کے علم اجمالی کو بھی جوڑ لیا جائے تو بظاہر مانع کیا ہے! اور جب منافاۃ نہیں تو قاضی علیہ الرحمہ نے گویا اقوال مفسرین کا تکملہ فراہم کرنے میں نمایاں کامیابی حاصل فرمائی اسے غیر راجح قرار دینے کے لیے (لم یقل بہ احد) کوئی دلیل نہیں اور خلاف نظم قرآنی بتانا بھی شاید انصاف سے بعید ہے۔ واللہ اعلم۔

اقتباسات و ملخصات کی مزید پیش کش سے صرف نظر کرکے، اس ظلوم و جہول کی ناقص سمجھ میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ کی تفسیر نویسی اور تفسیر المظہری کی بعض خصوصیتیں جو آسکی ہیں ان کی تلخیص نذر قارئین ہے:۔

(الف) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے علوم و افادات کی نور آگیں فضا میں مدارج تکمیل طے کرنے والوں میں حضرت قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمہ کی یگانہ ہستی ہر لحاظ سے ممتاز ہے۔ تفسیر قرآن کے سلسلہ میں ان کی نظر کی وسعت اور فکر کی گہرائی میں کسی طرح تنگی و کمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تفسیر نویسی کا سب سے اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ ارشادات ربانی کے سمجھنے میں قاری دشواریوں سے کم سے کم دوچار ہوئے بغیر فائز المرام ہوجائے۔ بجائے اس کے کہ جملہ لسانی ولغوی مباحث و آراء کا دفتر کھول کر [illegible] آراء کی بھرمار تنقیح و تحقیق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بغیر کی جائے، اور تدبر و فہم قرآن میں ممتاز علماء راسخین کے اقاویل شمار کیے جائیں زیادہ مفید یہ ہوتا ہے کہ متعلقہ آیت کے سلسلہ میں جامعیت کے ساتھ تفسیری وجوہ و اقاویل کا پس منظر ان میں سے قابل ترجیح وجہ و قول کی نشان دہی کے ساتھ آجائے اور خود مفسر کا اختیار کردہ قول و مسلک بھی ترجیحی اسلوب، مدلل پیرایۂ بیان اور پر اعتماد لہجہ میں مذکور ہو۔ اسی طرح قاری کے فہم و بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کو خود بھی پرکھنے اور جانچ کرنے کا سلیقہ حاصل ہوتا ہے۔ قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمہ کی کسی رائے سے ہمیں اتفاق ہو یا اختلاف، ان کی یہ خصوصیت بہت سارے مفسرین میں ان کو ممتاز کر دیتی ہے کہ وہ جہاں اپنے اختیار کردہ قول پر روشنی ڈالتے ہیں وہاں ان میں بلا کی خود اعتمادی، لہجہ و بیان کی صراحت، استدلال نقلی و ذوقی کی متانت، نقد و ایراد میں عارفانہ و فاضلانہ جرأت، کی صفتیں بڑے تناسب سے ابھر آتی ہیں اور اپنا وزن منوالیتی ہیں۔ اور یہ وہ بنیادی صفات ہیں جن کی بنا پر ان کا مقام طبقہ علیا کے مفسرین کی صف میں متعین ہوتا ہے۔

(ب) اس میں شبہ نہیں کہ قاضی صاحب تصوف اور خصوصاً حضرت مجدد کے افکار و آرار سے پوری طرح آراستہ ہی نہیں بلکہ کاملاً اسی ماحول کے پروردہ اور بہترین نمائندہ و ترجمان ہیں لہٰذا جابجا مناسب موقعوں پر تصوف و صوفیہ کے نقطۂ نظر کا انطباق یا اس سے اکتساب اور یا توجیہات و اتجاہات صوفیہ کا ذکر درمیان میں آجانا باعث استعجاب نہیں۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ایسے مواقع پر حضرت قاضی علیہ الرحمہ تصوف کے تابع بن کر قرآنی اسلوب کے ظاہری و معنوی حقائق کو پس پشت ڈالنا چاہتے ہیں یا خود تصوف کو قرآن کا تابع قرار دیتے ہیں۔ جہاں تک اس عاجز نے پڑھا اور سمجھا ہے قرآن کے اصل الاصول کی کسی حیثیت کو اس کی حقیقی و فطری جگہ سے ہٹانے یا گھٹانے کے سلسلہ میں ان کی مبصرانہ احتیاط آڑے آجاتی ہے مثلاً (فخذ اربعۃ من الطیر: البقرہ: ۲۶۰) کی تفسیر میں، قاضی بیضاوی کا قول نقل فرما کر اس کی مناسبت سے اپنے ذوقی نقطۂ نظر کی صراحت کرتے ہیں لیکن آخر کلام یہ الفاظ بھی ثبت فرماتے ہیں:

وھذہ کلمات من اھل الاعتبار لا مدخل لھا فی التفسیر واللّٰہ اعلم (بقرہ: ۲۶۰) اسی طرح (واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحیی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

البقرہ: ۲۶۰) کے ذیل میں تفسیری مباحث کا خلاصہ بڑی جامعیت کے ساتھ پیش فرمایا ہے اور کہیں کسی پہلو سے ضعف نظر آیا تو اس کی بھی وضاحت فرمائی پھر خاتمہ میں اپنے ذوقی اختیار کی تفصیل اس طرح درج کی ہے کہ اہل ذوق کی تسکین ہو ورنہ خواہ مخواہ جس کے پلّے کوئی بات نہ پڑتی ہو اس کو اختیار ہے کہ قاضی صاحب کی ذاتی پسند کو چھوڑ کر بقیہ افادات سے مستفید ہو۔ اس موقع پر آپ کے یہ الفاظ ملتے ہیں: والتحقیق عندی ما قالت الصوفیۃ العلیۃ ان لاھل اللہ تعالیٰ فی السلوک مقامات۔ الخ [۲۷]

علیٰ ھذا القیاس آیت شریفہ (ھَلْ یَنْظُرُونَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیَھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ۔ الآیہ البقرہ: ۲۱۰) کی تفسیر میں اہل السنہ کا مجمع علیہ قول مفصل طور سے نقل کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں (ولاصحاب القلوب فی تلک الآیات سبیل اخر) اور اس کو واضح الفاظ میں بیان کرنے کے بعد بحث کا خاتمہ یوں کرتے ہیں (وھذا امر من لم یذقہ لم یدر ومن دری لایمکنہ التعبیر عنہ کما ھو بل تختبط افھام السامعین فیفھمون غیر مرادہ فعلیکم بالسکوت عنہ والایمان بہ ولیس لا حد ان یفسرہ الا اللہ ورسولہ [۲۸]) ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر منصفانہ روش اور کیا ہو سکتی ہے۔

اسی ذیل میں حیاۃ خضر پر قاضی علیہ الرحمہ کا اختیار کردہ قول و استدلال لائق ذکر ہے آپ جانتے ہیں کہ نفس مسئلہ میں خود محدثین کے اندر دو فریق ہیں مگر غلبہ اثبات کرنے والوں کا ہے۔[۲۹] قاضی علیہ الرحمہ باوجود اس کے کہ جامعیت میں بے نظیر ہیں بہ صراحت لفظ و قوت استدلال "حیاۃ خضر" کا انکار فرماتے ہیں ان کے دلائل احادیث صحیحہ و موثوقہ پر مبنی ہیں البتہ اس غلط فہمی کے پھیلنے اور قول اثبات کے غلبہ پانے کے سلسلہ میں انہوں نے جو عقدہ کشائی کی ہے وہ صرف تصوف کا عطیہ ہے فرماتے ہیں:

"والظاھر ان الخضر علیہ السلام لو کان حیا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اعتزل عن صحبتہ فانہ کان مبعوثا الی الناس کافۃ۔ ولھذا قال علیہ السلام لو کان موسی حیا ما وسعہ الا اتباعی، رواہ احمد والبیھقی فی شعب الایمان فی حدیث جابر وسینزل عیسی بن مریم ویقتدی برجل من المسلمین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کن ارواح مسلم فی حدیث ابی ھریرۃ عن جابر ولا یمکن حل ھذا الاشکال الا بکلام المجدد للالف الثانی فانہ حین سئل عن حیوۃ الخضر علیہ السلام وفاتہ توجہ الی اللہ سبحانہ مستطلعا من جوابہ عن ھذا الامر۔ فرأی الخضر علیہ السلام حاضرا عندہ فسألہ عن حالہ فقال انا والیاس لسنا من الاحیاء لکن اللہ سبحانہ اعطی لارواحنا قوۃ نتجسد بہا ونفعل بہا افعال الاحیاء من ارشاد الضال واغاثۃ الملھوف اذا شاء اللہ و تعلیم العلم اللدنی واعطاء النسبۃ لمن شاء اللہ تعالیٰ۔ الخ۔ فھذا الکشف الصحیح اجتمع الاقوال وذھب الاشکال والحمد للہ الکبیر المتعال۔[۳۰]

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں تصوف وکشفیات سے حتی الامکان تعمیری خدمت لینے کی سعی فرمائی ہے وہ شریعت کو طریقت میں گم کر دینے کے حامی نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں میں خطِ فاصل کا لحاظ رکھتے ہوئے حسبِ موقع کچھ نکتوں کی توضیح وتوجیہ فرماتے ہیں۔

(ج) فہم قرآن کے سلسلہ میں ان کی ایک اصطلاح (الفراسۃ الصحیحۃ الاسلامیہ) کی ہے۔[۳۱] ماخذ اس کا بظاہر قرآن حکیم کی وہ بے شمار آیتیں جو تدبر وفکر فی الآیات الالٰہیۃ کی دعوت دیتی ہیں۔ نیز معنوی حدود میں (اتقوا فراسۃ المومن) کو بھی اہل نقد ونظر محدثین نے حدیث قرار دیا ہے اس کی تشریح، مجمع بحار الانوار وغیرہ[۳۲] میں دیکھئے۔ اور یہ وہی قوت فکری ہے جسے "فراست ایمانی" سے تعبیر کرتے ہیں۔ قاضی صاحب کی مراد غالباً اسی قلبی بصیرت وباطنی نور سے ہے جو مطالب صحیحہ کے ادراک میں معاون ہوتی ہے اور احتمالات کے دھندلکے میں راجح پہلو کو عیاں کرتی ہے۔

(د) مجموعی طور پر اس تفسیر کی یہ خصوصیت ملحوظ رکھنے کی ہے کہ یہ صرف مختلف مکاتیب فکر ونظر کے اقاویل پیش نہیں کرتی بلکہ تفسیر کی تنقیدی صلاحیتوں کے لوبہ لو پہلوؤں کی انفرادیت اور خاص فضا میں بہ ... کی قیمتی ... کرتی ہے وہ بھی اس شان سے کہ روایتی ودرایتی دونوں طرز وروش میں مفسر کی وہ ریاضت بڑی حد تک عیاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتی ہے جو اعتدال کی راہ ہموار کرتی اور دکھاتی ہے۔

حواشی

۱ھ الیانع الجنی، علی ہامش کشف الاستار (دیوبند) ص ۲۷، نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۱۱۴۔

۲ھ اکسیر فی اصول التفسیر، مطبوعہ نظامی پریس، کانپور ۱۲۹۱ھ ص ۱۰۳۔ ص ۱۰۴

۳ھ ایضاً ص ۳۶

۴ھ فتح البیان ج ۱، ص ۷۔ ۵ھ فتح البیان ج ۱، ص ۸۔

۶ھ المظہری ج ۱، ص ۸۴، ص ۸۵ ۷ھ انوار التنزیل (البقرہ) دیوبند ۱۳۷۱ھ، ص ۸۴

۸ھ الکشاف، البقرہ مصر ۱۳۵۴ھ ج ۱، ص ۷۷ ۹ھ مدارک التنزیل ج ۱، ص ۲۵

۱۰ھ تفسیر فتح القدیر مصر ۱۳۴۹ھ ج ۱، ص ۸۴، ۸۵ ۱۱ھ فتح البیان ج ۱، ص ۱۳۱

۱۲ھ تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، علی ہامش فتح البیان ج ۱، ص ۱۹۳۔

۱۳ھ مفاتیح الغیب ج ۱، ص ۵۷۱۔ ص ۵۷۲۔

۱۴ھ شیخ زادہ، سورۃ البقرہ، ص ۳۳۱۔ ص ۳۳۲ ۱۵ھ المظہری ج ۱، ص ۲۰۴

۱۶ھ فتح القدیر ج ۱، ص ۱۶۴۔ ۱۷ھ ایضاً ج ۱، ص ۱۶۳

۱۸ھ تفسیر ابن کثیر، علی ہامش فتح ابیان ج ۲ ص ۸۔ ص ۹ ۱۹ھ المظہری ج ۱، ص ۲۰۰

۲۰ھ فتح البیان ج ۱ ص ۲۴۸، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۶۱۔ ۱۶۲ ۲۱ھ المظہری ج ۱، ص ۲۰۱

۲۲ھ المظہری ج ۱، ص ۵۰۔ ۵۱ ۲۳ھ فتح البیان ج ۱، ص ۸۳ ۲۴ھ صحیح البخاری ج ۲، ص ۶۴۶

۲۵ھ تفسیر القرآن العظم، علی ہامش فتح البیان ج ۱، ص ۱۲۵۔ ۲۶ھ المظہری ج ۱، ص ۳۷۳

۲۷ھ المظہری ج ۱، ص ۳۷۱۔ ۳۷۲ ۲۸ھ المظہری ج ۱، ص ۲۴۹۔ ۲۵۱

۲۹ھ ارشاد الساری ج ۱ ص ۲۰۹ ۳۰ھ المظہری ج ۶، ص ۶۱۔ ۶۲

۳۱ھ المظہری ج ۱، ص ۲۰۰۔ ص ۲۰۱ ۳۲ھ مجمع بحار الانوار ج ۴، ص ۱۱۶

© rasailojaraid.com